تفسیر المسائل والاحکام

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج
صدر القرآن کونسل جامعہ اسلامیہ کورے وال (ٹرسٹ)

نشہ میں طلاق، جبری طلاق اور اکٹھی تین طلاقیں

سوال: اکثر سننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو نشہ میں طلاق دے دی یا کسی نے گن پوائنٹ پر طلاق دے دی یا کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں کیا ان تمام صورتوں میں واقعی طلاق ہو جاتی ہے؟

(بشریٰ طاہر، عزیز آباد، کراچی)

طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض شے ہے۔ جسے اسلامی معاشرت میں بامر مجبوری قبول کیا گیا ہے یہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا اولین اور مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید نے اصلاً نکاح پر ہی زور دیا ہے۔ اور معاشرے کے بڑوں کو بھی یہی کہا ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں اور زیردستوں کا نکاح کرانے میں عملی دلچسپی لیں۔ مگر طلاق کے معاملہ پر، قرآنی تعلیم یہ ہے کہ شقاق (باہمی ناچاقی) کی صورت میں جو بالعموم طلاق پر منتج ہوتا ہے اولاً مرد و عورت کی طرف سے دو ثالثوں کا تقرر ہو، جو فریقین کے درمیان پیدا ہونے والے نزاع کا حل تلاش کریں۔ وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ج ان یرید آ اصلاحا یوفق الله بینهما ط (النسا: آیت ۳۵) اور تمہیں ان دونوں (میاں بیوی) کے مابین شقاق باہمی کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد کے گھر والوں کی طرف سے اور ایک پنچ عورت کے گھر والوں کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں مصالحت کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ یہ مرحلہ اس لیئے رکھا گیا ہے کہ شریعت کا اولین تقاضا عورت کو طلاق سے بچانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کے ارادۂ طلاق کو اس کے فیصلہ طلاق بننے میں کچھ وقت لگے۔ اور اس درمیانی مدت میں مرد اپنے ارادہ پر، اگر ممکن ہو تو نظر ثانی کر لے، تا کہ کسی عورت کا گھر برباد نہ ہو جائے پھر بچوں کی موجودگی میں انکی ضرورت کئی گنا آپ ہی آپ بڑھ جاتی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت کو رکھا گیا ہے۔ جسکی ایک حکمت یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو دوران عدت، رجوع کا موقع مل سکے تا کہ وہ دونوں اس مدت میں اپنے اپنے رویّوں پر نظر ثانی کر کے، اگر ضرورت داعی ہو تو اپنا گھر حسب سابق آباد کر سکیں۔ لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا. (الطلاق: ۱) تو نہیں جانتا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے (طلاق دینے کے) بعد (رجوع کی)

کوئی نئی صورت پیدا فرما دے۔

یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن کے عمومی مطالعہ سے بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ طلاق کی تلخی بالعموم عورت پر، اسکے بچوں پر بلکہ پورے خاندان پر اپنے منفی اثرات مرتب کیئے بغیر نہیں رہتی۔ اس لیئے طلاق نہ صرف زندگی کا سب سے زیادہ حساس معاملہ ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے سنگین بھی ہے، مگر حیرت ہے کہ اس کے باوجود طلاق یا طلاق ثلاثہ کی تنفیذ میں عجلت پسندی کے مظاہرے اور وقوع کے فتاوے آئے دن دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ اس پر سوائے کف افسوس ملنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ طلاق نافذ کرنے میں اتنی دلچسپی، جلدی اور اصرار ہماری تہذیبی معاشرت کی ابتری اور قرآن سے دوری کی آئینہ دار ہے۔ یہ ابتری اور دوری کہیں تو ایک ساتھ تین طلاقوں کے وقوع کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں سکران یعنی نشہ کی حالت میں، کہیں جبر و اکراہ کی کیفیت میں، وغیرہ ذالک جبکہ یہ تمام صورتیں ابنارمل (Abnormal) صورتیں ہیں۔ اور قرآنی تعلیمات کے برعکس بھی اس لئے میں ان فقہا اور علماء کے نقطۂ نظر سے متفق ہوں جو ان کے عدم وقوع کے قائل ہیں۔ تفصیلی دلائل الگ مضامین میں ظاہر کئے جائیں گے۔ سر دست اسی پر اکتفا کیجئے۔

تحقیقی ضرورت، سرقہ بازی، اور کاروباری منافع

سوال: میں نے ایک تفسیر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ "یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جسکا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کو نقل کرنا قانونی جرم ہے" میں چونکہ پی ایچ ڈی کی طالبہ ہوں اس لیئے جاننا چاہتی ہوں کہ کیا میں اب اس کتاب سے کوئی حوالہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ حوالہ کے لیئے عبارتیں بھی نقل کرنا پڑتی ہیں۔ نیز یہ بھی بتایئے کہ اس قسم کی پابندی لگانا، قانون مذہب کی رو سے درست بھی ہے یا نہیں؟

(راشدہ پروین ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی)

جواب: اس قسم کی تحریریں پتہ نہیں کس مقصد کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ تفسیری کتاب میں اگر مؤلف نے خود دوسرے بیشمار علمائے تفسیر، ائمہ لغت و ادب، فقہائے مذاہب، اور مؤلفین احادیث کے جملے، پیرے، لائنیں اور مختلف اقسام کے مواد کو بطور حوالے کے نقل کر رکھا ہو تو وہ کسی دوسرے کو اس امر کا پابند کیسے کر سکتا ہے کہ دوسرا ایسا کام ہرگز نہ کرے، یہ تو وہی بات ہوئی لم تقولون مالا تفعلون تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو خود نہیں کرتے۔ کتاب چھاپنے کا مقصد فروغ علم و دانش ہوتا ہے اور کسی کتاب سے حوالہ کی نقل خواہ ایک جملہ کی ہو یا کئی صفحات کی (حسب ضرورت اور بطور ثبوت) کہیں پیش کرنی ہوتی ہے اور یہ عمل کسی تحقیق کار پر ہی کیا موقوف عام قاری کے لیئے بھی بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ حوالہ میں متعلقہ مواد نقل یا پیش

کرے۔ ہمارے خیال میں اس طرح کی پابندی عائد کرنا، نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ قاری کو اسکے جائز حق سے روکنا بھی ہے یہ پابندی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے عمل تحقیق متاثر ہوتا ہے۔

اگر یہ پابندی اس لیئے عائد کی گئی ہے کہ کوئی قاری یا محقق مؤلف کے جملوں، اور فقروں کو نقل کر کے اس پر تنقید نہ کر سکے تو یہ مؤلف کا خود پر عدم اعتماد ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ کتاب ہٰذا سے قابل حوالہ مواد مصنف کے نام کے بغیر نقل کرنا قانوناً جرم ہے تو ایسی پابندی یقیناً قابل فہم ہے کیونکہ اس تحریر کا مقصد، لوگوں کو سرقہ بازی سے روکنا ہے، جو بیحد ضروری ہے۔ کیونکہ اب سرقہ بازی کا کلچر بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مؤلف کی کتاب سے معتد بہ مواد خواہ وہ مؤلف کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، کاروباری منافع کی غرض سے نقل کر کے چھاپتا ہے تو بے شک یہ بھی جرم ہے۔ اور ایسے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کاروائی ضروری ہے۔

نامرد کی منکوحہ اور اس کی عدت

سوال: جو آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے قابل نہ ہو، پھر خلع کے ذریعے رشتہ ازدواج ختم ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی عورت کو عدت گزارنی پڑے گی۔

(مسعود احمد خان، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

جواب: ہرگز نہیں، عدت کس بات کی؟ جب مجامعت نہیں ہوئی، عدت کیسی؟ عدت کی دو حکمتیں ہیں۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعے رحم کی حالت کا پتہ چلایا جاتا ہے کہ کہیں مختلعہ یا مطلقہ حاملہ تو نہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیئے "ثلاثۃ قروء" یعنی تین حیض کی عدت رکھی گئی ہے۔ اور بصورت حاملہ یہی عدت وضع حمل تک ممتد ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب مقاربت کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔ اور یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مرد جماع کی صلاحیت سے محروم تھا اس لیئے اس علیحدگی پر کوئی عدت نہیں کہ جسے مرد شمار میں لائے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

یاایھا الذین امنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا. (الاحزاب۔۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیئے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں کہ جسے تم شمار کرو۔

یہاں "تمسوھن" کے الفاظ بظاہر صحبت ومجامعت کے لیئے بطور کنایہ استعمال ہوئے ہیں مگر

یہ کنایہ صراحت معنوی سے مالا مال ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں، حقیقت نفس الامری کو ویسے ہی بیان کر دیتا ہے کہ جیسے کوئی صراحت ہو۔ ایسے موقعوں کے لیئے یہ کہنا بالکل بجا ہے الاشارۃ ابلغ من العبارۃ. واضح رہے کہ مجامعت اور خلوت صحیحہ میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہاں مجامعت کے مفہوم پر منطبق ہوئے ہیں نہ کہ خلوت صحیحہ کے مفہوم پر جیسا کہ اکثر سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ خلوت ہر حال میں صحبت کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ صحبت تو کجا فقط چھونے کو بھی مستلزم نہیں ہوتی۔ اس لیئے قرآن نے تمسوھن کی قید لگائی ہے نہ کہ خلوت کی۔ اور یہ کہ کسی نامرد کے کیلئے تو خلوت صحیحہ کا ہزار بار وقوع بھی، صحبت ومجامعت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ پھر ایسے میں استبراء رحم کا کیا سوال کہ جسے جاننے کے لیئے عدت کا مرحلہ درپیش ہو۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے معاملات (Cases) کی روک تھام کے لیئے قانون سازی کی ضرورت ہے میری رائے میں تو ایسے شوہروں کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور ملنی چاہیئے کہ جو مردانہ صلاحت سے محرومی کے باوجود، کسی عورت سے شادی کر کے اسے مختلعہ یا مطلقہ ہونے کی ذہنی اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔

بہر حال نفس مسئلہ پر مذکورہ بالا آیت بطور نص کے ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔